شہادت حسینؑ اور قرآن

از
مولوی سید ابو الخیر صاحب مودودی

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ
وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ
وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ، الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم
مُّصِيبَةٌ قَالُوا: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ
رَاجِعُونَ - أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ
مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُونَ (۲: ۱۹)

لابد ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مال و جان کے
زیان اور پیداواروں کی تباہی میں ڈال کر تمھاری
آزمایش کریں گے۔ جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بشارت
دیدو (کہ انجام کار فلاح و کامرانی انہی کے لئے ہے)
یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو
کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور بالآخر ہمیں اسی کی طرف
جانا ہے یقیناً یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی
جانب سے صلاۃ و رحمت ہے اور یقیناً یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں

حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعۂ شہادت میں شریعت حقہ اسلامیہ کے بیشمار حقائق و اسرار مضمر ہیں۔ میدان کرب و بلا جس مقدس قربانی کے طیب و طاہر خون سے رنگین ہوا، وہ محض شخصی واقعہ نہیں ہے، اور نہ محض عزم و استقلال، صبر و ثبات، تحمل مصائب اور مردانہ وار جان سپاری کا قصہ ہے جسے ہم اتباع و پیروی کے لئے اسوہ بنائیں۔ بلکہ اس کا تعلق سرتاسر اسلام کی حقیقت سے ہے، وہ حقیقت جو حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام پر طاری ہوئی تھی اور دونوں باپ بیٹے نے قربان گاہ

قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے تھے :

یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ
فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی؟ قَالَ یَا اَبَتِ افْعَلْ
مَا تُؤْمَرُ، سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ
فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ، وَنَادَیْنٰہُ
اَنْ یّٰاِبْرٰھِیْمُ! قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا
اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ - اِنَّ ھٰذَا
لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ - وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ
عَظِیْمٍ - وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ، سَلٰمٌ
عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ - (٣٧ : ٩٩ - ١٠٢)

بیٹا میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے (اللہ کے نام پر) ذبح
کر رہا ہوں - دیکھ تیری کیا رائی ہے - کہا - اے باپ
جو حکم دیا گیا ہے اس کو بے تامل کر گذرئے! انشاءاللہ
آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے پس جب دونوں نے
آگے جھک گئے اور (باپ نے بیٹے کو) ماتھے کے بل گرا دیا
تو ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچ کر
دکھایا محسنین کو ہم ایسی ہی جزا عطا کرتے ہیں یا بے شک
یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی. اس کے فدیہ میں ہم نے ایک بڑی
قربانی دیدی - اور آنے والی امتوں میں اس واقعۂ عظیم کی
یادگار قائم کر دی پس سلام ہو ابراہیم پر -

کہ دونوں نے بے تامل گردنیں جھکا دیں - یہ تھی اسلام کی حقیقت جو مقام خلت پر فائز
باپ بیٹوں پر طاری ہوئی - اور اسی انقیاد حقیقی، اسی اطاعت کامل، اسی ایثار و فدویت یعنی
جان کو امتہ وسط کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا: قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْ اِبْرٰھِیْمَ
وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ -

محبت و رضاء الٰہی اور دعوۃ و تبلیغ حق کی راہ میں انبیاء علیہم السلام نے جو قربانیاں
پیش کیں، اور جن مصائب و آلام کی آزمائشوں سے ان کی جانچ کی گئی - اور یہ منزل مرداعی
حق و مجاہد فی سبیل اللہ کی راہ میں آتی ہے تا معلوم کیا جائے کہ ان میں کون مجاہد و صابر ہے : -
وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰھِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَ اَخْبَارَکُمْ -

لیکن خانوادۂ نبوت و رسالت کی پوری تاریخ میں کوئی قربانی کوئی مصیبت کوئی ابتلا کوئی آزمایش بجز ملت حنیف کے مورث اعلیٰ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے واقعہ اسلام کے شہید کربلا کی آزمایش سے زیادہ سخت و جان گداز نہیں تھی اسی بنا پر مفسرین امامیہ اس طرف گئے ہیں کہ وفدیناہ بذبح عظیم سے مراد امام حسین علیہ السلام کا واقعہ شہادت ہے، اور اس باب میں انہوں نے ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام کے آثار بھی نقل کئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام کی جس حقیقت کا ظہور، زمین خشک سال میں اسمٰعیل علیہ السلام کی ذات سے ہوا تھا، امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے ہولناک بیابان میں اس کی تکمیل کر دی ظہور رضائے الٰہی کے آگے جھک جانے میں ہوا تھا، اور تکمیل رضا بر رضا الٰہی کے ساتھ جراست ادنی سے ادنی مقاصد بھی سعی وجہد چاہتے ہیں اور جو مقصد جتنا زیادہ اعلیٰ و اہم و اکبر ہوتا ہے اتنے ہی بڑے جہاد کا طالب ہوتا ہے۔ ولذالک قال الاعرابی۔

لاتحسب المجد تمرا انت آکله لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

پھر وہ مجد و شرف عزیز جس سے زیادہ کوئی مجد و شرف نہیں، اور وہ مقصد عظیم و جلیل جو تمام مقاصد میں اقصی الغایات ہو اس کا حصول کتنا پر تعب اور کس قدر صبر آزما ہوگا:۔

لن تنالوا ما تحبون الا بالصبر علی ما — جس کو تم محبوب رکھتے ہو وہ تمہیں کبھی حاصل نہ ہوگا

تکرھون ولا تبغون ما تھوون — جب تک خوشی اور خندہ پیشانی کے ساتھ مکروہات

الا بترک ما تشتھون — کو برداشت نہ کرو اور جس کو تم چاہتے ہو اس تک

تمہاری رسائی نہیں ہوگی جب تک کہ تم اپنی نفسانی خواہشیں ترک نہ کر دو۔

حضرت ابراہیم کا سر جب اتنے بتوں کے آگے نہ جھکا جن کی پرستش ان کی قوم کرتی تھی، اور ان کا قلب سلیم اجرام سماوی کی درخشاں سطوت سے بھی مرعوب نہ ہوا، اور انہوں نے کہا:۔

انی لا احب الافلین ...... انی وجہت وجہی للذی فطر السموٰت والارض وما انا من المشرکین ؏ میں فنا پذیر ہستیوں کو دوست نہیں رکھتا ...... میں نے اپنا منہ اس کی طرف کر لیا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

تو لابد ہوا کہ ان کے اس دعوی کی آزمایش کیجائے۔ کہا گیا پہلے اپنے بیٹے کے گلے پر چھری رکھو کہ شرک صرف ماسوی اللہ کی پرستش ہی نہیں ہے بلکہ ما دون اللہ میں الجھاؤ اور محبوبات اور مالوفات میں مشغولی بھی شرک ہے۔ مسیح نے کہا ہے :- ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں رکھ سکتا" پھر ایک قلب میں ہزاروں محبتیں کیسے پرورش پا سکتی ہیں۔ اور وہ جس کی سمائی ارض و سما کی وسعتوں میں نہیں ہو سکتی اس قلب کو اپنا کاشانہ کیسے بنا سکتا ہے جس میں زن و فرزند کی محبت اور زر و جواہر کے قناطر مقنطرہ کی الفت بھی حکومت فرما ہو۔ وہ بے تامل بڑھے اور انہوں نے بیٹے کے گلے پر چھری رکھدی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام پر نسبت ابراہیمی کا غلبہ تھا۔ جیسا کہ بعض ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے ماثور ہے۔ انھوں نے کہا: وامرت ان اسلم لرب العالمین۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس کے آگے جھک جاؤں جو تمام جہان کا پروردگار ہے میرا اپنا سر اللہ کے آگے جھکا چکا ہوں اور جو سر اللہ کے آگے جھک چکا ہو وہ غیر اللہ کے آگے نہیں جھک سکتا حکم ہوا اپنی رگ جان کے خون سے اپنے اس ایقان کی شہادت دو۔ ایقان سچا ایقان تھا نہ صرف اپنی رگ جان کے خون سے شہادت دی بلکہ اپنے اہل بیت اور اصحابؓ کے خون سے بھی اسپر مہریں لگائیں۔ فرمایا "ہم سے صرف یہی نہیں کہا گیا ہے کہ جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم جو کچھ ہو اس کے ساتھ اس کی طرف پھر جاؤ۔ وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم۔ تو اس کے معنی اس کے سوا کیا ہیں کہ مسجد حرام کی طرف رخ کرنے کے ساتھ قلوب کا اس حقیقت اسلامی کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہے

جو اس مرکز عبادت کے بنانے والے پر طاری ہوئی تھی)۔ اور اس حقیقت کو صبر و ثبات کیساتھ اپنے اندر قائم کر لینے کے لئے کہا گیا کہ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی ذات میں بہترین نمونہ ہے اور وہ نمونہ یہی الٰہی قربانی تھی جس کی بنا پر کہا گیا کہ بیشک وہ مشرکین میں سے نہیں ہے اور اپنی ذات سے پوری ایک اطاعت شعار امت ہے، اور اس نے اپنے تئیں اللہ کی رضا میں اسطرح فنا کر دیا ہے کہ خود اس کی اپنی کوئی ہستی باقی نہیں رہی۔ یعنی اس نے نہ صرف یہ کہ راہ الٰہی میں اپنی قوم کو چھوڑا اور کہا: وبدا بیننا و بینکم العداوۃ والبغضاء ابداً حتیٰ تومنوا باللہ وحدہ ہمارے اور تمہارے درمیان کھلی کھلی عداوت اور دشمنی ہے ہمیشہ کے لئے حتی کہ تم خدائے واحد پر ایمان لاؤ، بلکہ اپنے بیٹے کو بھی جو بڑھاپے کی دعاؤں کا نتیجہ تھا، رضاء الٰہی میں قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ ان ابراھیم کان امۃ قانتاً للہ حنیفا ولم یک من المشرکین۔ اور جو کچھ کہا گیا مطلب کو واضح تر کرنے کے لئے کہا گیا، ورنہ استقبال وجوہ الی المسجد الحرام کے اختصاص میں یہ سب کچھ موجود ہے اگر مسجد حرام کی بناء میں کوئی خصوصیت نہ ہوتی تو کیوں کہا جاتا ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام۔ حالانکہ انفس و آفاق کا کوئی گوشہ نہیں جس میں اس کا نور حیات بخش نہو۔ مگر یاد رکھو کہ مسجد حرام کی طرف متوجہ ہونا ارکان صلوٰۃ میں سے صرف ایک رکن ہے لیکن اس کے کہن سال بنانے والے کی اس الٰہی قربانی کو اپنے اندر قائم کر لینا شرط اسلام ہے اور ہمارے نزدیک نماز درست نہیں ہوتی جبتک یہ شرط پوری نہ ہو۔ کیا نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں بوجہ قیام وقعود پھول کر پھٹ پھٹ جاتے تھے اور آپ کو خبر نہ ہوتی تھی اور ابوتراب کے جسم سے حالت نماز میں تیر نکالا گیا اور اذیت محسوس نہ ہوئی۔ یہی حقیقت اسلامی ہے جس کی اقامت و ادامت کا حکم دیا گیا ہے اور جو ہر مومن و مسلم سے دن میں کم از کم پانچ مرتبہ خود

اپنے نفس کے مقابلہ میں اور ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اللہ کی زمین پر فساد برپا کرتے ہیں اور اس کے مقررہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ جہاد و قربانی چاہتی ہے پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان لوگوں کا ساتھ دوں جو اسلام میں فتنہ کی تخم ریزی کر رہے ہیں۔ اللہ کی زمین پر فساد پھیلانا چاہتے ہیں اور وہ باتیں کر رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں ہوئیں۔ اللہ کہتا ہے۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ مگر وہ مال جمع کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں تو اپنے استقرار امر کے لئے رشوتوں میں۔ اللہ کہتا ہے وامرھم شوریٰ بینھم۔ مگر وہ شوریٰ ترک کرتے ہیں، اور بجبر اپنی بات منوانی چاہتے ہیں۔ امامت وخلافت امت کی صلاح و فلاح کے لئے ہے ضلالت و ہلاکت کے لئے نہیں۔ ایسے امام سے امت کیا فلاح پا سکتی ہے جس کا شیوہ ہوائے نفس کی غلامی ہے، جو علانیہ معصیت کرتا ہے جو سکیر و خمیر ہے، جو حدود اللہ سے تجاوز کر چکا ہے یزید کی خلافت دراصل اسی بات کا اعلان ہے کہ اب امت مسلمہ میں کوئی صالح و متقی انسان باقی نہیں رہ گیا ہے الاقوہ الاودی شاعر جاہلی نے کہا ہے۔

لا یصلح الناس فوضی لاسراۃ لھم ولا سراۃ اذا جھالھم سادوا

لیکن میں خاموش رہوں گا حتی کہ وہ وقت آئے جو اس لئے مقرر ہو چکا ہے، اور ہو گا جو کچھ کہ ہونا ہے۔"

یہ وہ کلام ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ سے اس وقت کہا جبکہ امیر معاویہ نے مدینۂ مبارکہ آ کر یزید کی ولایت عہد کے لئے بیعت طلب کی؛ اور علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے بروایت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ثور ہے اور امالی شیخ مفید کے ذریعہ ہم تک پہونچا ہے۔

باقی۔